

اندرا کا سفر

رضیہ بیٹ

اندر کا سفر

اندر کا سفر از رضیہ بٹ

"ہیں؟"

"یہ۔۔۔ یہ۔۔"

"!ہا۔۔"

"ہاہاہا۔۔"

"ہوہاہا۔۔ہاہا"

شمی کی ہنسی قہقہہ بنی اور پھر بے اختیار قہقہے فضا میں بکھر گئے۔ وہ یک ٹک دادی کو تکے جا رہی تھی اور ہنسی سے اس کے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے۔ اس سے کھڑانہ رہا جاسکا اور وہ بیڈ کے کنارے پر دونوں ہاتھ سے سیٹیکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے ہنسی کے مارے پانی بہنے لگا تھا اور وہ جبٹ کے باوجود اپنی ہنسی پر قابو نہ پا رہی تھی۔

دادی اماں۔۔۔ "اس نے بیزار دقت بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روک کر صراحتاً کہا۔ کھڑکی کے پردے کو" بڑی ادا سے تھامے کھڑی دادی اماں نے شمی کی طرف دیکھا۔ سر کو دائیں رخ خم کیا۔۔۔ اور جھریوں بھرے پیوٹوں کو اٹھاتے ہوئے اپنی بے نور آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اس وقت شمی کو جانے ان آنکھوں میں کیا نظر آیا

اندر کا سفر

رضیہ بٹ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے نیم دائرے بنانے کی کوشش میں اونچی نیچی لکیریں آنکھوں کے اوپر ٹیڑھی میڑھی تو سیں بناتی ماتھے کو کالا کئے ہوئے تھیں۔ سفید بالوں پر خدا جانے کیا چیز تھوپ رکھی تھی کہ وہ اوپر سے کالے اور نیچے سے سفید نظر آ رہے تھے

اور

اور

ان سب باتوں کے علاوہ ان کے کھڑے ہونے کا جو انداز اور

ان سب باتوں کے علاوہ ان کے کھڑے ہونے کا جو انداز تھا، وہ اتنا مضحکہ خیز تھا کہ کوئی بھی ہوتا، ہنسی ضبط نہ کر پاتا۔۔۔ کھڑکی کا پردہ تھامے وہ کسی ہیر و نین کا انداز اپنانے کی کوشش کئے ہوئے تھیں۔ شمی جب ہنسی کے دورے سے نکلی اور دادی اماں کی آنکھوں میں بیچارگی کی تڑپ دیکھی تو گھبرا کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

یہ کیا دادی اماں؟ "اس نے روہا نسی ہو کر پوچھا۔۔۔ دادی اماں کا دماغ چل بسنے کا اسے قوی یقین ہو گیا تھا"۔۔۔ یہ یقیناً "دکھ کی بات تھی دادی اماں کی عزت اور احترام کرنے والی شمی کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ لیکن

اپنے ہی یقیناً کو خود جھٹلاتے ہوئے اس نے بڑی ملائمت سے دادی اماں کا بازو پکڑ کر انہیں بیڈ پر بٹھا دیا۔

"دادی اماں۔۔۔ یہ آپ کو کیا سوچھی۔۔۔؟"

شمی نے پیار سے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے قالین پر دوزانو ہو کر پوچھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ آنکھوں کو اپنی ہتھیلیوں سے پونچھتے ہوئے وہ بیڈ کے کنارے سے اٹھی اور دادی "یہ کیا دادی اماں؟" : اماں کے قریب آ کر بولی

شمی دادی اماں کے تیسرے اور سب سے چھوٹے بیٹے کی بڑی نہوتھی۔ پچھلے ماہ اس کا دوسرا بچہ پیدا ہوا تھا۔۔۔ اور اس وقت وہ کمرے میں اپنے بچے کی نیپی لینے آئی تھی۔ کمرے میں بے دھڑک داخل ہوئی لیکن اچانک ہی اس کی نظر کھڑکی کے قریب کھڑے کسی وجود پر پڑی تو وہ ٹھٹک گئی تھی۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں نے شناخت کا مرحلہ طے کر لیا تھا تو وہ مارے ہنسی کے بے قابو ہو کر دہری ہو گئی تھی دادی اماں کی اسی کے قریب عمر تھی۔ سر کے بال بالکل سفید کھر درے اور چھوٹے چھوٹے ہو چکے تھے۔ چہرے پر بے انتہا جھریاں تھیں۔۔۔ آنکھوں کے پوٹے اس قدر جھک آئے تھے کہ آنکھیں بالکل چندھی چندھی لگتی تھیں۔ ہونٹ اندر کی جانب چلے گئے تھے اور بے دانت کے مسوڑھوں سے چپک کر لکیر بن چکے تھے۔۔۔ ٹھوڑی کے نیچے گردن کا گوشت لٹک کر دھاریاں سی بن گئی تھیں۔۔۔ کانوں کی کی لوئیں لمبی ہو کر ڈھیلی ہو گئی تھیں۔۔۔ جسم سکڑ گیا تھا۔۔۔ چھاتی تختہ سی ہو گئی تھی۔ قدر کمر جھک جانے سے چھوٹا ہو گیا تھا۔۔۔ دادی اماں بالکل اس پھل کی طرح ہو چکی تھیں، جو درخت کے ساتھ لگا لگا سوکھ چکا ہو۔۔۔ لیکن

اس وقت

جب شمی کمرے میں آئی تو دادی اماں کو جس حلے میں دیکھا ہنسی ضبط کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ دادی اماں نے جگنو کی سرخ بنار سی سبز بارڈر والی ساڑی باندھ رکھی تھی۔ انتہائی شوخ قسم کا میک اپ کیا تھا، چہرہ رنگا ہوا تھا۔ شوخ چمکتی لپاسٹک دہانے سے باہر پھیلی ہوئی تھی۔ فاؤنڈیشن کریم جھریوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ مسکارا آنکھوں کے باہر اونچی نیچی سطح پر بے ترتیبی سے پھیلا ہوا تھا۔ بھونسی آئی بریوینسل سے کالی کی ہوئی تھیں۔

دادی اماں نے جھک آئے پوٹوں تلے سے اپنی چند ہی چند ہی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کرت ہوئے دیکھا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔۔ گدلی گدلی دھندلائی۔۔۔ آنکھوں میں تیرتا ہوا پانی بالکل شفاف تھا۔

"کیا ہوا دادی اماں۔۔۔؟"

شمی نے پھر پیار سے گھٹنوں کو چھوا۔

دادی اماں جیسے کانچ کا برتن تھیں، ایک چھنا کے ست ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئیں۔ بیڈ پر ٹوٹی شاخ کی طرح گرتے ہوئے وہ اس طرح روئیں کہ شمی گھبرا گئی۔

دو تین بار اس نے دادی اماں کا کندھا ہلایا۔ لیکن وہ روئے گئیں

شمی لپک کر باہر آئی۔۔۔ اس کی دیو رانی جگوا اپنے بچے کے کپڑے بدل رہی تھی۔۔۔ ساس دھوپ میں پلنگ والے کمر سیدھی کر رہی تھیں۔۔۔ فیضی اور عنصرتاش کھیل رہے تھے۔۔۔ نگو، جامی نچھو صحن میں بچھی کر سیوں پر بیٹھے تھے۔۔۔ کیرم بورڈ میز پر پڑا ہوا تھا۔۔۔ فری کے آنے کا انتظار تھا۔

کیا ہوا شمی۔۔۔ گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ "ساس نے اسے اس طرح باہر آتے دیکھ کر کہا۔"

ماں جی۔۔۔ دادی اماں۔۔۔ "وہ ہکلا گئی۔"

کیا ہوا نہیں۔۔۔۔؟ جگو نے جلدی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔" وہ لوٹتے ہوئے بولی "آؤ رادیکھو۔۔۔"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

جگو لپکی اس کے پیچھے ہی ماں جی اٹھ کر اندر آئیں۔

کیا ہوا۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔؟ "کہتے کہتے فیضی اور عنصرتاش کے پتے پھینک کر ان کے پیچھے لپکے۔"

ان کو دیکھا تو نگو، جامی اور نچھو بھی دوڑیں۔

تھوڑی ہی دیر میں پورا کمرہ گھر کے افراد سے بھر گیا۔۔۔ دادی اماں کا حلیہ اور وضع مضحکہ خیز تھا۔۔۔ لیکن ان کو روتے دیکھ کر کسی کو ہنسنے کی جرات نہ ہوئی۔

ماں جی نے سینے پر دو ہتھ مار کر کہا، ہائے نیں مر گئی۔۔۔ کیا ہو گیا ہے انہیں؟

"پتہ نہیں جی۔۔۔ میں نیپی لینے آئی تو وہاں کھڑی تھیں۔۔۔"

"تم نے پوچھا نہیں؟"

"بہت پوچھا۔۔۔ لیکن بتایا کچھ نہیں بس روئے جارہی تھیں۔۔۔۔"

"اللہ خیر کرے۔۔۔۔"

"مجھے تو کئی دنوں سے شک ہو رہا تھا"

"دماغ پلٹ گیا ہے" "ہاں! کبھی کبھی الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتی تھیں"

: یا اللہ۔۔۔۔۔ میری ماں ک و پاگل ہونے سے بہتر ہے پردہ ہی دے دے"

فیضی کی آواز میں رقت تھی۔۔۔ ماں جی کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔۔۔

اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں۔۔۔ میں۔۔۔ پاگل نہیں ہوں۔۔۔ میرے بچو۔۔۔ میرا دماغ نہیں پلٹا۔۔۔ میں، میں " " ہوں۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔

وہ اپنے پوپلے منہ کے مختلف زاویے بناتے ہوئے ہنس ہنس کر کہہ رہی تھیں۔۔۔ اور ان کے بہونچے، پوتے، پوتیاں، بیٹوں کی بہونیں بھرائی بھرائی آوازوں میں مانہیں پکار رہے تھے۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے تک رہے تھے۔

دادی امس کا دماغ پلٹا نہ تھا اور نہ پاگل ہوئی تھیں۔۔۔ یہ تو ان کے اندر کا یہاں سے وہاں تک کا سفر تھا۔۔۔۔۔ میں کی تلاش تھی۔

صبح

ناشتے

کے بعد وہ برآمدے میں چارپائی پر بیٹھی تھیں۔۔۔ گرم موٹی شال کو کندھوں اور سر کے گرد اچھی طرح لپیٹ کر وہ گھڑی بنی بیٹھی تھیں۔۔۔ گھر کے افراد اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے۔ وہ بے کاری شے کی طرح اپنے آپ میں گم بیٹھی تھیں۔ آج سردی خاصی تھی۔۔۔ دھوپ نکھری ہونے کے باوجود فضا میں خنکی بہت تھی۔۔

ماں جی! یہاں دھوپ میں آجاؤ،۔۔۔ "ان کی بڑی بہو صادقہ بیگم نے جودھوپ میں چارپائی بچھائے بیٹھی " تھیں، انہیں بلایا

پھر

دیکھا دیکھی سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے

دادی اماں نے سب کی طرف باری باری دیکھا، پھر اپنی کمزور سی آواز میں بولیں "کیوں رو رہے ہو؟"

: کوئی جواب نہ دے سکا۔۔۔ فیضی آگے کو جھک کر بولے

"ماں تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

سمجھ رہے ہو میرا دماغ چل بسا۔۔۔؟ دادی اماں نے مسکرا کر کہا۔۔

فیضی پیچھے ہٹ گئے

سب یہی سمجھ رہے ہیں ناں۔۔۔ "دادی اماں بیڈ پر اٹھ بیٹھیں۔۔۔ باری باری سب کی طرف دیکھا پھر " مسکرائیں۔

"چند لمحوں بعد گہری سانس لیتے ہوئے بولیں۔۔۔ "شاید تم اپنی جگہ سچے ہی ہو

اماں "غصہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا

وہ ہنس پڑیں

اور

ہنستی ہی چلی گئیں

دادی اماں نے ادھر دیکھا لرزتی آواز میں اچھا کہا اور چار پائی سے اتر آئیں۔۔۔ چھیمافرش پر کپڑا مار رہی تھی۔۔۔ اس نے دادی امس کے پرانے سیپراٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے تھے۔

دادی اماں پاؤں ادھر ادھر مارتے سیپر ڈھونڈنے لگیں۔۔۔ چھیمانے جلدی سے سیپراں کے پاؤں میں پہنا دیئے

جیتی رہو۔۔۔!" انہوں نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا دی"

اور

پھر صحن میں جانے کے بجائے جھکی جھکی اندر چلتی چلی گئیں۔۔۔ وہ باتھ روم شمی کا ہی استعمال کرتی تھیں۔۔۔ اس لئے اس کے بیڈ روم کی طرف آگئیں۔۔۔

آہستہ آہستہ چلتی وہ باتھ روم کی طرف گئیں۔۔۔ تھوڑی دیر بعد واپس نکلیں تو دیوار میں لگے شمی کے قد آدم آئینے پر نظر پڑی۔

اپنا آپ آئینے میں دیکھ کر وہ سر تا پا کانپ گئیں۔۔۔ انہیں یقین نہ آیا کہ یہ وہ ہیں۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ رابعہ رابعہ بیگم۔۔۔۔۔

وہ پوری طرح آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے آئینے میں اپنے آپ کو یوں دیکھنے لگیں جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔

نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ یہ میں نہیں ہوں۔۔۔ ہر گز نہیں ہوں۔۔۔۔۔" انہوں نے سر کو زور زور سے "

جھٹکا۔۔۔ آنکھیں میچ لیں۔۔۔ پھر کھولیں۔۔۔۔۔ اور پھر میچ لیں

سفید

کھر درے

چھوٹے چھوٹے بال، جھریوں سے بھرا چہرہ۔۔۔ پوٹوں تلے آئی ہوئی چھوٹی چھوٹی گدلائی گدلائی آنکھیں۔۔۔۔۔ ڈھلکے گوشت کی لکیروں بھری گردن۔۔۔۔۔ سپاٹ چھاتی۔۔۔۔۔ جہاں سینے کے ابھار نام کی کوئی شے نہ تھی۔۔۔ اور سکڑا ہوا بدن۔

خمیدہ کمر

اپنی شکل دیکھ کر انہیں خوف آگیا
بے اختیار انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں

اور

ان کے حافظے کے پرت کھلنے لگے

ان

کو

اپنی شناخت کا احساس ہوا

چار پانچ سال کی سرخ و سفید، کالی کالی روشن آنکھوں والی موٹی تازی کبھی امی کے گلے میں بانہیں ڈالتے جھولتی، کبھی ابو کی گود میں بیٹھتی۔

کبھی گڑیا کے لئے روتی اور کبھی لڈو برنی کھا کر ہنستی مسکراتی رابعہ ان کے ذہن سے گوشے سے نکل آتی۔۔۔ وہ کتنی ہی دیر اس رابعہ و دیکھتی رہیں

پھر ان کی آنکھوں میں بارہ تیرہ سالہ رابعہ کا پیکر گھوم گیا۔ چکنی چکنی جلد، رنگت ایسی جیسے کسی نے میدے میں سیندور گھول دیا ہو۔۔۔ آنکھوں میں ستاروں کی چمک۔۔۔ بال گھٹاؤں سے۔۔۔ ادھر ادھر تھرتھرتی

۔۔۔ لوگ اس کی تعریف کیا کرتے

"حسام الدین صاحب کی یہ بیٹی تو ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک ہے"

"شہزادی لگتی ہے"

"! بال کتنے خوبصورت ہیں۔۔۔ سیاہ اور چمکیلے"

"آنکھیں روشن روشن، گہری گہری۔"

"گال جیسے کشمیری سیب"

"قد کتنا نکال رہی ہے"

"سرو جیسا"

دادی امس نے آنکھیں سختی سے میچ لیں

اور

ان مچی آنکھوں میں پندرہ سالہ رابعہ گھس آئی

ان کے ذہن میں گدگدی سی ہونے لگی۔ یہ گدگدی اور بھی بڑھ گئی جب قیامت کی جوانی حسن خان کی قربت میں دھک اٹھی۔

ڈپٹی حسن خان کی بیگم بن کر رابعہ پر جو حسن آیا تھا، جو رنگ بکھرا تھا، ذہن کے گوشے میں وہ تصویر بھی لہرا رہی تھی۔

وہ حسین تھیں، لیکن شادی کے بعد اک محبوب شوہر کی محبوب بیوی کر تو حُسن اور بھی حسین ہو گیا تھا۔

"راہی! آنکھوں میں کجلا نہ لگایا کرو، یہ آنکھیں پہلے ہی کم قاتل ہیں۔"

"گالوں پر سرخی کی تہہ جما کر ان کی قدرتی سرخی اور چمک کو چھپا دیتی ہے۔"

"یہ ہونٹ رس بھرے ہیں، راہی انہیں اور قاتل نہ بنایا کرو۔"

"تمہارا یہ بدن مرمر کے بت کی طرح تراشا ہوا ہے۔"

سینے اور کولہوں کے ابھاروں کے درمیان یہ چیتے کی سی کمر۔۔۔ واللہ تم قدرت کا حسین شاہکار ہو۔" ان آنکھیں بند کئے دادی اماں اس رابعہ کو تکے جا رہی تھیں، جس کے متعلق ڈپٹی حسن خان اکثر ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔

واقعی مرمریں تراشا ہوا بدن۔۔۔ چیتے کی سی کمر۔۔۔ سیاہ گھنگھور گھٹاؤن ایسے بال۔۔۔ کوٹے ہوئے ستاروں کی چمک لئے سیاہ غزالی آنکھیں، دہکتے ہوئے رخسار، مہکتے ہوئے ہونٹ۔۔۔ جلد کیسی ملائم پھسلنی مچھلی کی طرح رابعہ نے کتنے انداز سیکھ لئے تھے۔۔۔ کیسی ادائیں اپنائی تھیں۔

اس

راہی کے گرد رنگ برنگے حسین حسین ملبوسات کے ڈھیر تھے۔۔۔ اسے ساڑھی بہت پسند تھی۔۔۔ غرارہ اور چست پاجامہ حسن خان کی پسند تھے۔

ایک

دفعہ

انہوں نے فیروزی کنوَاب کے چست پاجامے کے ساتھ فیروزی ہوائی کرتا پہنا تھا۔۔۔ گلے میں چوڑا سا

گلوبند، کانوں میں بھاری آویزے کرتے کے نیچے ریشمی جسم کے ساتھ چمپی کامدانی کے کام والی

شمیض،۔۔۔ شیشے کے سامنے کھڑی وہ چٹیا گوندھ رہی تھیں۔۔۔ کسی کے ہاں دعوت پر جانا

تھا۔۔۔ ہونٹوں پر سرخی کی تہہ ابھی جمانا تھی۔۔۔ کہ حسن خان تیار ہو کر کمرے میں آگئے۔۔۔ انہوں نے اک اداے ناز سے انہیں حسن کو دیکھا۔۔۔ شوخ سے مسکرائیں اور دوپٹہ اٹھانے کو لپکیں۔۔۔ کہ

حسن خان نے لپک لیا۔۔۔ بازوؤں میں بھر کر وہ دیوانہ وار انہیں پیار کرنے لگے۔۔۔ وہ دھیمی آواز میں چیختی رہیں، ہنستی رہیں سرور ہی سرور۔۔۔ کیف ہی کیف۔۔۔ گہرا کردادی اماں نے اپنی موندھی موندھی آنکھیں کھول دیں۔

آئینے میں اپنے سراپے پر نظر ڈالیتو گہرا کر سردونوں ہاتھوں میں تھام لیا یا خدا۔۔۔ وہ میں تھی۔۔۔ یا میں یہ ہوں۔۔۔! "انہوں نے بے اختیار ہو کر کہا"

اور

ان

کی سوچوں کے پرت کھلتے گئے۔۔۔ کئی واقعات یاد آئے، جن کی یاد سے دادی اماں تھرا گئیں۔ خاندان میں کوئی شادی تھی۔ دلہن کو لڑکیاں گھیرے ہوئے تھیں۔ نئی سہاگنیں اپنے بھاری بھر کم لباسوں اور زیورات سے لدی اس کے پاس بیٹھی تھیں۔ چڑھاوے میں آیا ہوا زیورار عروسی جوڑا دلہن کے قریب رکھا تھا۔

"یہ دلہن کو تیار کروں گی"

"میں کروں گی"

بھی ہمیشہ میں تیار کرتی ہوں۔۔۔ رنگ و نور بھر دیتی ہوں، دلہن دو لہا کے دل میں پہلی نظر میں ہی اتر "جاتی ہے"

"لیکن دلہن بنانے کا جو ملکہ مجھے ہے کسی کو نہیں۔"

لڑکیاں قدرے پرے ہٹ گئی تھیں اور نئی نویلی دلہن اور تجربہ کار ساگنیں دلہن بنانے کو اپنی اپنی کدمات پیش کر رہی تھیں۔

بھئی ایمان کی پوچھو تو میں کہوں گی؛ کہ دلہن کا سنگھار رابعہ کرے "کسی نے کہا"

یہ بات کہی ناں۔۔۔ "بھاری گراہ کے پانچے اٹھائے حامدہ بولی"

کس غضب کا سنگھار کرتی ہے وہ۔۔۔ "ایک اور دلہن بولی۔:

"! بلاؤ ناں اسے"

میں یہیں ہوں۔۔۔ "رابعہ سامنے آگئیں۔۔۔ تجوٹی کی بھاری بھاری بارڈروں والی ساڑھی میں ملبوس"

رابعہ کا حسن و جمال انتہاؤں کو چھو رہا تھا۔

"ساڑھی باندھنے کا انداز تو صرف تمہیں آتا ہے"

رشیدہ بیگم نے اسے بنظر تحسین دیکھا

"ساڑھی اس پر سجتی بھی تو بہت ہے"

"جسم بھی تو خوبصورت ہونا چاہیئے ساڑھی کے لئے، اس کا جسم تو دیکھو ساڑھی خود بخود سجنے لگتی ہے"

"اللہ۔۔۔۔۔ میرا جسم بھی ایسا برا نہیں۔۔۔۔۔ رابعہ مجھے بھی ساڑھی باندھنا سکھا دو"

اور

رابعہ

ان سب کے منہ سے تعریفیں سن سن کر مسکرا رہی تھی۔ اس مسکراہٹ میں کتنا اعتماد تھا، کتنی حسین تھی یہ مسکراہٹ۔۔۔۔۔ مسکرانے کا انداز بھی تو اسے خوب آتا تھا۔۔۔ لوگوں کو مرعوب کرنے کی ادائیں بھی

میں "وہ مادہ نہیں کہ ہر تیس سال بعد اپنی شکل بدل لے۔"

اور

پھر

شاید

انہوں نے اس میں "میں" کو ڈھونڈ لیا تھا۔۔۔۔۔ وہ جلدی سے اسٹول سے اٹھیں اور سامنے والے کمرے میں گئیں۔

یہ کمرہ جگہ کا تھا اور رنگین قیمتی اور خوبصورت ساڑھیوں کی شوقین جگو کی الماری میں رنگارنگ ساڑھیاں لٹکی رہتیں۔ جگو کا جسم بھی بے حد خوبصورت تھا۔

دادی اماں نے الماری ہولی

ساڑھیوں کو دیکھا

ہینگروں میں ٹنگی جگو کی بیشمار ساڑھیوں کو الٹ پلٹ کر انہوں نے سرخ بنارسی سبز بھاری بارڈروں والی

ساڑھی نکالی اور شمی کے کمرے میں آگئیں

انہوں نے ساڑھی پھیلا کر دیکھی

اور

پھر

کپڑے اتار ڈالے

ڈھیلا ڈھالا کرتا پرے پھینکا۔ سارے کپڑے اتار کر انہوں نے ساڑھی پہنی۔ ان کے ضعف زدہ ہاتھوں میں

جیسے کوئی برقی قوت بھر گئی تھی

۔ بڑی احتیاط سے انہوں نے پلیٹیں بنانے کی کوشش کی۔ اتنی بھاری ساڑھی کا بوجھ ان کے نحیف سے وجود سے

نہیں سنبھل رہا تھا۔ وہ اسٹول پر بیٹھ گئیں

پھر انہوں نے شمی کے میک اپ کی ساری چیزیں میز پر پھیلا دیں۔ ان کے زمانے میں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی لیکن وہ لڑکیوں کو یہ چیزیں استعمال کرتے دیکھتی رہتی تھیں۔

اور

پھر کون سا کام انہیں نہیں آتا تھا۔ بناؤ سنگھار کرنے میں انہیں بڑا کمال حاصل تھا۔ ان کا مقابلہ کون کر پاتا تھا۔

ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے، لیکن پھر کسی اندرونی جذبے کے تحت۔۔۔۔۔ میں۔۔۔ کی قوت سے وہ بناؤ

سنگھار کرنے میں مصروف تھیں۔۔۔ سرخی پاؤڈر، فاؤنڈیشن کریم، لپ اسٹک، مسکارا، آئی بریو سینسل۔

انہوں نے ہر چیز استعمال کی تھی۔ بالوں پر بھی جانے کیا چیز مل لی تھی۔ بالوں میں الٹی کنگھی چلا چلا کر

انہیں خوب اونچا کیا ہوا تھا۔

وہ آئینے میں آنکھوں کے آئینے میں اپنا سراپا تک رہی تھیں۔ وہ سراپا جو حسین تھا۔ پھسلنی مچھلی کی طرح چکنا اور

ملائم تھا اور جس پر بڑھاپے کا بوجھ اور وقت کی کوئی دھول نہ تھی۔

مطمئن ہو کر وہ اٹھی تھیں اور کھڑکی کی جانب گئی تھیں۔ پردے کو تھام کر وہ اک ادائے دل نوازی سے کھڑی

تھیں کہ شمی آگئی تھی۔

شمی کے قہقہوں نے ان کی ساری ہستی کو تھرا دیا تھا۔ وہ کانپنے لگیں تھیں، لیکن وہ ذہنی طور پر قبول نہ کر سکیں

تھیں کہ وہ ایک مضحکہ خیز شے ہیں۔ اس لیے شمی کی ہنسی پر ان کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی تھی۔

اب وہ پلنگ پر بیٹھی تھیں، ہنس رہی تھیں، بے اختیار ہنسی جا رہی تھیں۔ بیٹے بہوئیں، پوتے اور پوتیاں حیران

حیران نظروں سے انہیں تک رہے تھے۔ سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ دادی اماں کو ہراساں کر رہے تھے۔ دادی اماں کا ذہنی توازن ان کے خیال میں بگڑ گیا تھا

دماغ پلٹ گیا تھا

لیکن

دادی ماں ہنسے جارہی تھیں، ہنس ہنس کر کہہ رہی تھیں

"میرا دماغ پلٹا ہے نہ میں یا گل ہوئی ہوں"

"ذہنی توازن بھی نہیں بگڑا"

میں تو میں ہوں

میں کی تلاش میں یہ سب کچھ کیا ہے

اور

کون جانے

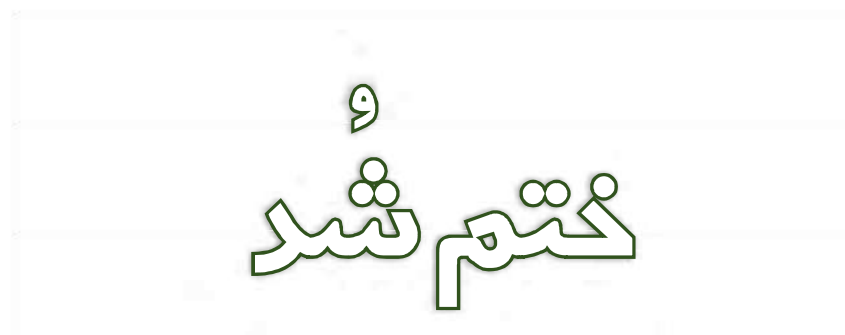
اندر کے یہاں سے وہاں تک کے سفر

اور

_____میں_____کی تلاش_____ہی کا دوسرا نام_____دماغ پلٹنا_____پاگل ہونا_____

اور۔۔۔۔۔ ذہنی توازن بگڑنا تھا۔۔۔۔۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com